اسلامی تحریک میں کارکنوں کے باہمی تعلقات

(۳)

۸۔ قدر و قیمت کا احساس: یہ آخری چیز ہے اور اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ آدمی اپنے اس تعلق کی اہمیت اور حیثیت سے آشنا و واقف ہو کر اس کا دل اس کی صحیح قدر و قیمت محسوس کر سکے۔ جب ہی یہ ممکن ہو گا کہ آدمی کسی قیمت پر بھی اس تعلق کا ٹوٹنا گوارا نہ کرے۔

ان بنیادی اصولوں اور صفات کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول نے ہم کو تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ تاکہ تعلقات کو مطلوبہ معیار پر استوار کیا جائے۔ کچھ چیزیں منفی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو تعلقات کو خراب ہونے سے بچاتی ہیں۔ یعنی منہیات اور کچھ مثبت جو اس کو مزید استحکام اور محبت بخشتی ہیں یعنی موجبات

سب سے اہم اور پہلی چیز جس سے روکا گیا ہے وہ حقوق میں دست درازی ہے۔

۱۔ حقوق میں دست درازی: ہر انسان اس کائنات میں کچھ حقوق کا مالک ہوتا ہے۔ یہ حقوق کائنات کی ان اشیا میں بھی ہوتے ہیں جن کو انسان اپنے تصرف میں لاتا ہے اور ان انسانوں پر بھی جن سے وہ تعلقات قائم کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی سختی سے نگہداشت کرے کہ اس کے بھائی کے ان دو قسم کے حقوق میں سے کسی حق کو بھی غصب کرنے کا جرم اس سے سرزد نہ ہو۔ مال یا زمین یا مادی فوائد میں جو حق اس کے بھائی کا ہو وہ خود نہ حاصل کرے اور اس کی جان و مال عزت و آبرو اور دین کی طرف سے جو حقوق اس پر عائد ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ادا ہونے سے نہ رہ جائے۔ یہی وہ حقوق ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے بے انتہا تفصیل اختیار کی ہے۔ وراثت، نکاح و طلاق اور دوسرے معاملات میں سے ایک ایک معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود عائد کر کے ان حقوق پر دست درازی سے

روکا ہے۔ ان حقوق کی مزید تفصیلات احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ پھر جہاں جہاں یہ حدود بیان ہوئی ہیں وہاں انتہائی سخت انداز بیان اختیار کر کے حقوق اور خوف خدا کی نصیحت کی ہے اور ان کو توڑنے کے عواقب سے آگاہ کیا ہے۔

تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک ھم الظالمون (البقرہ ۲۲۹)

یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان سے تجاوز نہ کرو اور جو کوئی اللہ کے حدود سے تجاوز کرے وہی ظالم ہے۔

تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحت الانھار خلدین فیھا وذالک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا ولہ عذاب مھین۔ (نساء ۱۴، ۱۳)

یہ اللہ کی حدود ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے ان باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیگا یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود توڑے تو اللہ اسے آگ میں داخل کریگا جہاں وہ ہمیشہ رہیگا اور اس کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

بارگاہ رسالت سے مسلمانوں کے سامنے یہ بات اس طرح ارشاد فرمائی گئی:

من اقتطع حق امرء مسلم بیمینہ فقد اوجب اللہ لہ النار وحرم علیہ الجنۃ (وان کان شیأ یسیرا یارسول اللہ) فقال ان کان قضیبا من اراک

بیشک اللہ نے آگ کو واجب قرار دیا اور جنت حرام کردی اس پر جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا۔ (صحابہ میں کسی نے پوچھا) اگرچہ وہ کوئی معمولی سی چیز ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اگرچہ وہ پیلو کی ایک ناکارہ اور معمولی سی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک دفعہ آپ نے ایک بڑے موثر انداز میں اس بات کو واضح کرتے ہوئے صحابہ سے پوچھا۔

اتدرون ما المفلس؟

جانتے ہو مفلس کون ہے؟

قالو المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع

صحابہ نے عام معنوں کے لحاظ سے کہا کہ مفلس وہ

فقال ان المفلس فی امتی من یاتی یوم القیمه بصلوٰة وصیام وزکوٰة ویاتی قد شتم ھذا او قذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا ضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناته وھذا من حسناته فبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاھم فطرحت علیه ثم طرح فی النار۔

رواہ مسلم عن ابی ھریرہ۔ مشکوٰة ۴۳۵

ہے جو مال و متاع سے خالی ہو۔
آپ نے کہا۔ میری امت میں اصل مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰة جیسے اعمال کا ذخیرہ لائے اور ساتھ ہی یہ اعمال بھی لائے کہ کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی۔ کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا پھر ایک مظلوم کو اس کی نیکیاں دی جائیں اور دوسرے مظلوم کو اس کی نیکیاں دی جائیں اور فیصلہ چکانے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو پھر حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں اور پھر اُسے آگ میں پھینک دیا جائے۔

دنیا میں تعلقات کو خرابی سے بچانے کے لئے اور آخرت کے اس عذاب سے بچنے کے لئے حقوق کا پورا تحفظ ضروری ہے اور اس لئے رسول اللہ نے خاص طور پر نصیحت کی ہے کہ موت سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپنی غلطیاں معاف کرا لو۔

حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں بنیادی چیز یہ ہے کہ ایک مسلمان کے بھائی کا جسم اور آبرو اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہے۔ چنانچہ رسول اللہ نے اس چیز کو ایک مسلم کی لازمی صفات میں شمار کیا۔ فرمایا:۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده
بخاری و مسلم ترمذی وغیرہم عن عبداللہ بن عمر ترجمان السنہ (۹۱)

مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔

۲۔ جسم و جان کا تحفظ:۔ ہر انسان کے لئے سب سے عزیز اور قیمتی اس کے جسم و جان ہوتے ہیں اور وہ ایسے شخص کو کبھی اپنا بھائی نہیں سمجھ سکتا۔ جو اس معاملہ میں کوئی تجاوز کرے۔ لہذا اس ناحق خون سے سخت ترین انداز میں روکا ہے۔

ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیما۔

اور جو کوئی قتل کرے مومن کو قصداً پس اس کی جزا ہے جہنم ہمیشہ اس میں رہے گا اور غضب ہوا اس پر اللہ اور لعنت کی اس پر اور تیار کیا اس کے لئے عذاب عظیم۔

حجۃ الوداع کے موقع پر بڑے موثر انداز میں آپ نے مسلمانوں پر ایک دوسرے کی جان اور مال اور آبرو کو حرام قرار دیا اور پھر کہا۔

دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو"

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

(سباب المسلم فسوق۔ قتالہ کفر)
متفق علیہ ابن مسعود مشکوٰۃ ۱۱۴

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر

ہاتھ سے زیادہ زبان کا معاملہ تعلقات میں بڑا نازک ہوتا ہے۔ یہ ہزار راستوں سے فتنے پیدا کرتی ہے اور ہر فتنہ اتنا پیچیدہ کہ اس کا مداوا بھی بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ اس کے فتنوں کے آگے بند باندھ دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اور اس کے رسول نے ایک طرف تو زبان کے متعلق بڑی تفصیل سے تنبیہ کی اور دوسری طرف تعلقات کے دائرہ میں وہ ایک ایک چیز جو خرابی و فساد کا سبب بنتی ہے اس کی نشاندھی کر دی اور اس سے روک تھام کی تدابیر کیں۔

قرآن نے مسلمانوں کو بتایا کہ

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

کوئی بات نہیں نکلتی مگر اس کے پاس ایک نگران حاضر ہوتا ہے۔

رسول اللہ نے حضرت معاذ کو مختلف نصیحتیں کرتے ہوئے آخر میں اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ۔

کف علیک ھذا

تیرے اوپر لازم ہے کہ اس کو روکے رکھ۔

انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس کے بارہ میں بھی قابل مواخذہ ہوں گے آپ نے فرمایا۔

ثکلتک امک وھل یکب الناس علی وجوھھم — تیری ماں تجھ کو روئے زبان کی کرتوتوں کے علاوہ اور کیا چیز
الاحصائد السنتھم ۔ — ہوگی جس کی بنا پر لوگ منہ کے بل آگ میں گریں گے۔

ترمذی عن معاذ بن جبل ۔ ریاض الصالحین ص ۵۲۶

سفیان بن عبد اللہ نے سوال کیا کہ اپنے بارہ میں کس چیز سے سب سے زیادہ ڈروں۔ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور کہا ۔ " اس سے "

۴ - بدکلامی اور بُرا بھلا کہنا زبان کا یہ استعمال کہ انسان اپنے بھائی کو منہ پر بُرا بھلا کہے یا اس سے سختی سے گفتگو کرے اور اس پر طعن و تشنیع کرے بالکل ناجائز ہے ۔ اسی طرح بُرے نام سے پکارنا بھی اس کے تحت آتا ہے ۔ جس کے بارہ میں قرآن نے کہا ہے کہ

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم — اور مت بدنام کرو ساتھ بُرے لقبوں کے ۔ بُرا نام ہے
الفسوق بعد الایمان (حجرات ۱) — بدکاری پیچھے ایمان کے

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ :-

لا یدخل الجنۃ الجواظ الجعظری — کوئی بدخو اور سخت گو آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا

(ابو داؤد بیہقی عن حارث بن وہب ص ۴۳)

ان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون ۔ — یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے مبغوض اور مجھ سے سب سے زیادہ دُور بکواس کرنے والے وریدہ دہن، فوقیت جتانے والے اور علم کے جھوٹے مدعی و متکبرین ہوں گے ۔

ترمذی عن جابر ۔ جواہر رسالت

لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی ۔ (ترمذی و بیہقی عن ابن مسعود مشکوٰۃ ص ۴۱۳) — اور یہ بھی کہا کہ مومن نہ تو طعنے دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا، نہ زبان دراز

اصل چیز یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی عزت پر کوئی حملہ اس کے سامنے نہ کرے ۔

غیبت :- ایک دوسرا فتنہ غیبت ہے اور یہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے ۔ کیونکہ اس میں

انسان اپنے بھائی کو سامنے نہیں بلکہ اس کی پیٹھ پیچھے بُرا کہتا ہے جب کہ وہ اپنے دفاع پر بھی قادر نہیں ہوتا ۔ قرآن نے غیبت کرنے کو اپنے بھائی کے مردہ گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے ۔

لا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ ۔ (حجرات ۱۲)	اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو ضرور تم نفرت کرو گے ۔

رسول اللہ صلعم نے غیبت کی تعریف کرتے ہوئے ایک دفعہ صحابہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے "۔

صحابہ نے عرض کیا " اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں ۔

آپ نے فرمایا :-

قال ذکرک اخاک ما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول ۔ قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ ۔ (مسلم عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ ص ۴۱۲)	غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اسے ناپسند ہو ۔ کہا گیا اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو جس کا ذکر کیا گیا ہے ! آپ نے فرمایا تم نے اگر ایسی برائی کی جو اس میں موجود ہے تو غیبت کی ۔ اور اگر اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا ۔

مسلمان بھائی کی عزت اس کی متقاضی ہے کہ اس کا بھائی اس کے پیٹھ پیچھے اس کو بُرے الفاظ سے یاد کرے ۔

۵ ۔ چغل خوری ۔ غیبت کی ہی ایک مخصوص شکل چغل خوری ہے ۔ قرآن اس کی برائی یوں کرتا ہے :-

ھمّاز مشاء بنمیم	لوگوں پر آوازے کسنے والا اور چغلیاں کھانے والا ۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ چغل خور جنت میں نہ جائیں گے

رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کو خاص طور پر نصیحت کی ۔

لا یبلغنی احد عن اصحابی من احد شیئاً	کوئی شخص کسی کے بارے میں کوئی بری بات مجھے نہ
فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر	پہنچائے ۔ اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں
(ابو داؤد عن ابن مسعود ۔ مشکوٰۃ صہ ۴۱۴)	کہ جب تمہارے پاس آؤں تو ہر ایک کی طرف سے
	میرا سینہ صاف ہو

غیبت اور چغل خوری میں زبان کے علاوہ ہاتھ، پاؤں اور چشم و ابرو کے اشاروں کے ذریعہ برائی کرنا بھی آتا ہے ۔

۴ ۔ عار دلانا ۔ برائی کی ایک بڑی قبیح، فساد پیدا کرنے والی اور دلوں میں افتراق و نفرت پیدا کرنے والی چیز یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کو اس کے منہ پر یا دوسروں کے سامنے اس کے گناہوں پر عار دلا کر شرمندہ کرے اور اس طرح اس کو رسوا کرے ۔ اس حرکت سے دل پھٹ جاتے ہیں ۔ اس لئے کہ اس طرح کی رسوائی کو کوئی شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا ۔

قرآن نے کہا ہے کہ

ولا تلمزوا انفسکم	اپنے بھائی کو عیب نہ لگاؤ

رسول اللہ کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے تو وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس سے یہ گناہ سرزد نہ ہو (من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ) اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور غریب کہا ہے)

اسی طرح حضرت ابن عمر کی ایک روایت میں جس میں آپ نے مسلمانوں کے کئی حقوق شمار کرائے ہیں یہ بھی فرمایا ۔ "انہیں کسی عیب و معصیت کا ہدف بنا کر شرمندہ و ذلیل نہ کر ۔"

(ترمذی مشکوٰۃ)

۵ ۔ تجسس ۔ عیب لگا کر شرمندہ کرنے سے پہلے ایک اور برائی آتی ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنے بھائی کی خرابیوں کی ٹوہ لگاتا پھرے ان کا تجسس کرے اس لیے کہ جس کا تجسس کیا جائے

اُسے بھی گراں گزرتا ہے اور جس کے علم میں اپنے بھائی کی برائیاں آگئی ہیں۔ اس کے دل میں بھی گرہ بیٹھتی ہے اور چونکہ تجسس کبھی معیاری ذرائع تحقیق کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے اکثر اس کا امکان رہتا ہے کہ ادھورے ذرائع تحقیق پر اعتماد کرکے اپنے بھائی کے بارہ میں بری رائے قائم کرے اور اس طرح بدظنی جیسے بڑے جرم کا مرتکب ہو۔ اسی لئے قرآن نے بدظنی کے فوراً بعد مسلمانوں سے کہا۔

ولا تجسسوا — اور عیب کی ٹوہ نہ لگا

اور نبی کریم صلعم نے بھی اس کی ہدایت کی کہ۔

ولا تتبعوا عوراتهم فانه من يتبع عورة اخيه المسلم يتبع الله عورته ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف داره (ترمذی عن عبداللہ ابن عمر مشکوٰۃ)

مسلمانوں کی عیب جوئی کے درپے نہ رہو۔ اس لئے کہ جو اپنے کسی مسلم بھائی کے پوشیدہ عیب و معصیت کے پیچھے لگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ عیب و معصیت کو طشت از بام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر اللہ تل جائے تو وہ اس کو رسوا کرکے ہی چھوڑتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر کیوں نہ بیٹھ رہے۔

۸۔ تمسخر — زبان کی برائیوں میں سے ایک بڑی برائی جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے جدا کرتی ہے وہ تمسخر ہے۔ یعنی مذاق اڑانا اور اس کا ایسا بد مذاق اڑانا جس میں تحقیر شامل ہو بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اکثر و بیشتر تمسخر نتیجہ ہوتا ہے دوسرے کو حقیر سمجھنے کا اور اپنے کو برتر سمجھنے کا۔ قرآن نے اس لئے اس پر اس طرح متنبہ کیا ہے۔

يا ايها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسىٰ ان يكونوا خيراً منهم ولا نساء من نساء عسىٰ ان يكن خيراً منهن - (حجرات ۱۱)

اے ایمان والو نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم کسی قوم سے شاید کہ وہ بہتر ہوں اُن سے اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے شاید کہ وہ بہتر ہوں اُن سے

جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تمسخر کرتا ہے آخرت میں اس کے انجام کی بڑا عبرتناک تصویر رسول اللہ

نے اس طرح کھینچی ہے۔

ان المستھزئین بالناس یفتح لاحدھم فی الاخرۃ باب من الجنۃ فیقال لہ ھلم فیجیئ بکربہ وغمہ فاذا جاءہ اغلق دونہ ثم یفتح لہ باب اخر فیقال لہ ھلم فیجیئ بکربہ وغمہ فاذا جاءہ اغلق دونہ فما یزال کذالک حتی ان احدھم لیفتح لہ الباب من ابواب الجنۃ فیقال لہ ھلم فما یاتیہ من الایاس

بیہقی عن حسن۔ بحوالہ رسالت ص۲۹

لوگوں کا مذاق اڑانے والے ہر فرد کے لئے قیامت کے دن جنت کا ایک دروازہ کھولا جائیگا اور اُسے کہا جائیگا "تشریف لائیے" وہ غم کے ساتھ آئے گا اور جیسے ہی دروازہ تک پہنچے گا اس پر دروازہ بند کردیا جائے گا۔ پھر اس پر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا کہ "آئیے آئیے" تو وہ اپنے مصائب والم کے ساتھ آئے گا یونہی وہ قریب پہنچے گا۔ دروازہ بند کردیا جائیگا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا یہاں تک کہ جب کسی کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائیگا اور کہا جائے گا کہ "آؤ" تو وہ مایوسی کے سبب وہاں آنے اور داخل ہونے کی ہمت نہ کرے گا۔

تمسخر کی ایک شکل یہ ہے کہ دوسرے انسان کے عیوب کی نقل اتاری جائے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کسی کی نقل اتاری، تو آپ نے سخت ناپسند کیا اور فرمایا:۔

ما احب انی حکیت احدا وان لی کذا وکذا

(ترمذی عن عائشہ۔ مشکوٰۃ ص۴۱۳)

میں کسی کی نقل اتارنا ناپسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے یہ اور یہ دے دیا جائے (یعنی کوئی بھی دنیوی نعمت)

۹۔ حقیر سمجھنا:۔ جو چیز دل میں موجود ہوتی ہے اور ظاہری سطح پر گالی دینے، عار دلانے، چغل خوری کرنے اور غیبت کرنے اور تمسخر اڑانے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہو۔ اس کیفیت کے بعد آدمی کو جرأت اپنے بھائی کے حق میں اس قسم کی حرکات کرنے کی ہوتی ہے۔ ورنہ جس آدمی کو انسان اپنے سے بہتر جانتا ہو اس سے کبھی اس قسم کی حرکات نہیں کرسکتا۔ اس لئے قرآن نے تمسخر سے روکتے وقت اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان یہ سوچ لے کہ اس کا بھائی اس سے بہتر ہوسکتا ہے تو وہ کبھی اس کا مذاق نہ اڑائے۔ (عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم)

ایمان و تقویٰ کے ساتھ ایک مومن و مسلم بھائی کے لئے حقارت یا اس کو کم اور ذلیل سمجھنا کبھی جمع نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ہر آدمی کے عزو شرف کا معیار تقویٰ ہوتا ہے جس کا اصل فیصلہ بہرحال آخرت میں اللہ کے رُوبرو ہوگا۔ چنانچہ دُنیا میں اپنے مسلمان بھائی کو کم سمجھنے کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ شخص ابھی ایمان کی اصل قدروں کو ہی نہیں سمجھا ہے۔ رسول اللہ نے ایک بڑی معنی خیز حدیث میں یہ بتاتے ہوئے کہ تقویٰ دراصل قلب میں ہے فرمایا کہ ایک آدمی کی ہلاکت کے لئے یہ بات کافی ہے۔

بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ — ایک آدمی کے شر پر ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

مسلم عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ص۴۲۲

ایک دوسری روایت میں حضور نے یوں نصیحت فرمائی۔

ولا یخذلہ ولا یحقرہ — کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی نہ تو تذلیل کرے اور نہ تحقیر۔

ایک دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ اور پھر ایک شخص کے سوال کے جواب میں تکبّر کی تشریح یوں فرمائی:-

بطر الحق وغمط الناس۔ — تکبر ہے حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

(مسلم عن ابن مسعود مشکوٰۃ ص۴۳۳)

حضرت ابوہریرہ ایک حدیث میں تین نجات دینے والے اور تین ہلاک کر دینے والے امور بتاتے ہوئے کہتے ہیں:-

واعجاب المرء بنفسہ وھی اشدھن — ایک ہلاک کر دینے والی چیز اپنے آپ کو بزرگ و برتر سمجھنا ہے اور یہ بدترین عادت ہے۔

(بیہقی عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ ص۴۳۴)

آج کے معاشرہ میں نہ صرف اپنے رفقا کے ساتھ بلکہ عامۃ المسلمین کے ساتھ اپنے معاملات میں تحریک کے کارکنوں کو اس پہلو سے خاص احتساب کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ بدظنی :۔ بدظنی کی بیماری ایسی بیماری ہے جو باہمی تعلقات کو گھن لگا دیتی ہے اور دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے ۔ ظن کا لفظ معروف معنی میں ایسے خیال کے لئے بولا جاتا ہے جو بغیر واضح شہادت یا دلائل کے قیاساً قائم کر لیا جائے جس کی پشت پر علم نہ ہو ۔ اور اگر یہ خیال برا ہو تو یہ بدظنی ہے ۔ جب مسلمان اپنے بھائی کے بارے میں بغیر کسی علم کے بدگمانی شروع کرے تو محبت وہاں سے رخصت ہونے لگتی ہے ۔

قرآن نے اس سلسلہ میں اس طرح نصیحت کی ہے ۔

یا ایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات - ۱۲)	اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں ۔

اور آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھیوں کو اس بارہ میں یوں نصیحت کی ۔

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ ص۴۲۷)	تم ظن سے احتراز کرو اس لئے کہ ظن بدترین جھوٹی بات ہے ۔

ظن سے بچنے کا سب سے اہم تقاضا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی نیت کے بارے میں کبھی کوئی بری بات نہ کہے اور نہ سوچے ۔ اس لئے کہ نیت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کبھی کوئی واضح علم نہیں ہو سکتا ۔ یہ ہمیشہ قیاس ہی ہوگا ۔ پھر اس بارے میں اگر چند باتیں پیش نظر رکھی جائیں ۔ تو اس بیماری کا بڑی آسانی سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے ۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جہاں ایک طرف ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے وہاں یہ بھی فرض ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی طرف سے بدگمانی کا موقع نہ دے ۔ حتی الوسع ایسی ہر بات سے احتراز کرے جو بدگمانی کا موقع فراہم کر کے دیتی ہو ۔ دوسرے کو فتنہ میں نہ ڈالنا چاہیئے اس کی مثال خود نبی کریم نے فراہم کی ہے ۔

ایک دفعہ آپ اعتکاف میں بیٹھے تھے ۔ رات کو ازواج مطہرات میں سے کوئی آپ سے ملنے آئیں ۔ آپ ان کو واپس پہنچانے چلے تو اتفاقاً راستہ میں دو انصاری مل گئے وہ آپ کو عورت کے

ساتھ دیکھ کر اپنی آمد کو بے موقع سمجھ کر واپس چلنے لگے آپ نے فوراً آواز دی اور فرمایا "میری فلاں بیوی ہیں"۔ انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ اگر کسی کے ساتھ بدگمانی کرنی ہوتی تو کیا آپ کے ساتھ کرتے ؟" آپ نے جواب دیا۔ "شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے"۔

۴۔ اگر باوجود کوشش کے بدگمانی پیدا ہو تو پھر اس کو کبھی دل میں نہ رکھے۔ کیوں کہ بدگمانی کو دل میں رکھنا غدر و خیانت ہے۔ بلکہ اس کو فوراً جا کر اپنے بھائی پر ظاہر کر دے تاکہ وہ اس کو دور کر سکے۔ اور جس پر بدگمانی کا اظہار کیا جائے اس کا فرض ہے کہ وہ فوراً اس کی صفائی کر دے تاکہ دل صاف ہو جائے۔ رچپ نہ سادھ جائے ورنہ پھر اس گناہ کا بہت کچھ بوجھ اس کی طرف بھی منتقل ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ بہتان :۔ ایک مسلمان اپنے بھائی کو جان بوجھ کر مجرم ٹھہرائے یا اس کی طرف کوئی ناکردہ گناہ منسوب کرے تو یہ بہتان ہے اور یہ صاف صاف ایک قسم کا جھوٹ اور خیانت ہے۔ بہتان کی ایک اور بدتر شکل یہ ہے کہ آدمی اپنا گناہ کسی دوسرے کے سر ڈال دے۔ اس کے بارے میں قرآن نے یہ کہا ہے کہ

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا۔ (نساء ۱۶)	جو کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بیگناہ پر دھر دے اس نے نقصان اور کھلا گناہ اپنے سر باندھا۔

اسی طرح مسلمانوں کو بن کئے جھوٹا الزام رکھنے پر یہ کہا گیا ہے۔

والذین یؤذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملو بہتانا و اثما مبینا۔ (احزاب ۷)	اور جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بن کئے تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لادا۔

ایک محبت بھرے تعلق میں اس کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے۔

۱۲ ضرر رسانی :۔ ضرر یا نقصان کا لفظ بھی بڑا وسیع لفظ ہے۔ لیکن اس کے معنی دراصل یہ ہیں کہ مسلمان اس چیز کو ملحوظ رکھے کہ اس کے بھائی کو اس کی ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ یہ

ضرر جسمانی بھی ہو سکتا ہے ، اور قلبی بھی۔ چنانچہ رسول اللہ نے انتہائی سخت انداز میں فرمایا ہے :۔

ملعون من ضار مومنا او مکر بہ
(ترمذی عن ابی بکر الصدیق ۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۸)

ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا کسی کے ساتھ مکر کرے۔

اسی طرح آپ نے یہ فرمایا کہ :۔

من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ بہ
(ابن ماجہ و ترمذی)

جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اُسے ضرر پہنچائیگا اور جو کسی مسلمان کو تکلیف میں مبتلا کریگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ تکلیف میں مبتلا کرے گا۔

۱۴۔ دل آزاری :۔ کوئی مسلمان اپنے بھائی کے دل کو تکلیف پہنچائے یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اس کے دل کو ہرگز گوارا نہ کرنا چاہیئے۔ ایک بھائی کے دل کو دوسرے بھائی سے کئی چیزوں کی بنا پر تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ان تمام موٹی موٹی باتوں کے علاوہ جن کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔ زندگی کے معاملات کی جزئیات میں افتادِ طبع اور مزاج بھی دلی تکلیف کا سبب بن سکتا ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ ہر مسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو اس کے بھائی کے دل کو ایذا پہنچائے۔ یا جس سے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

غیبت جیسے جرم عظیم کی بنیاد بھی یہی ہے چنانچہ غیبت کی تعریف ہے کسی شخص کے بارے میں اس طرح ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔ یا جس سے اس کو تکلیف پہنچے۔

اسی طرح رسول اللہ نے نصیحت کی کہ جب تین آدمی ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کریں۔ یہاں تک کہ بہت سے آدمیوں میں مل جائیں۔ تب ایسا کر سکتے ہیں۔ اور اس حکم کی جو وجہ بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ :۔

من اجل ان یحزنہ
مسلم عن عبداللہ بن مسعود مشکوٰۃ ص ۴۲۲

اس خوف سے کہ کہیں وہ غمگین نہ ہو۔

اگر ان آداب کی فہرست پر ایک نگاہ ڈالی جائے جو اسلام نے دیئے ہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ

کہ کسی مسلمان بھائی کے دل کو تکلیف نہ پہنچے ایک بنیادی اصول کے طور پر کارفرما ہے۔ مسلمان کو ایذا دینا دینی نقطہ نظر سے اتنا بڑا فعل ہے کہ رسولؐ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا:۔

من اذی الناس فقد اذی اللہ

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی

(طبرانی عن انس بن مالک ترجمان السنہ ص۱۵۳)

اور اس کے برعکس کسی کے دل کو خوش کرنے کی خاطر کوئی کام کرے تو اس کے بارے میں یہ فرمایا:۔

مَن قضی لاحدٍ من اُمتی حاجۃً یرید ان یسرہ بہا فقد سرنی ومن سرنی فقد سر اللہ ومن سر اللہ ادخلہ اللہ الجنۃ۔

جو میری امت میں سے کسی کی حاجت پوری کرے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اسے خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا۔ اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا، اللہ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(بیہقی عن انس مشکوٰۃ ص۴۲۵)

اور یہاں پر رسول اللہ کی یہ بات بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ مومن تو وہ ہے جو مجسم محبت ہو۔ جو شخص کسی سے اُلفت نہ رکھے اور نہ کوئی اس سے اُلفت رکھے اس میں تو بھلائی کی بو بھی نہیں۔ دل آزاری کی ایک معمولی صورت ہنسی مذاق میں پریشان کرنے کی ہوتی ہے۔ یعنی ایسا مذاق جس سے واقعی دوسرا پریشان ہو جائے اور اس کے دل کو تکلیف ہو۔

ایک دفعہ آپ کے صحابہ آپ کے ساتھ شب میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک مقام پر قافلہ ٹھہرا تو ان میں ایک شخص اُٹھا اور دوسرے شخص کی رسی جو وہ اپنے ساتھ لے کر سو رہا تھا اٹھالی اور اس طرح اسے پریشان کیا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔

لا یحل لمسلم ان یروع مسلمًا

(عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ ابوداؤد۔ ترجمان السنہ ص۲۶۵)

مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان کرے۔

اسی طرح ایک دفعہ ہتھیار چھپانے کا واقعہ ہوا تو آپ نے منع فرمایا کہ:۔

ان یروع المومن او ان یوخذ متاعہ لاعبًا ولا جدًا

(ابن عساکر عن الواقدی۔ ترجمان السنہ ص۲۶۵)

کسی مومن کو ڈرایا جائے اور ہنسی میں یا واقعی طور پر کسی کا کوئی سامان لے لیا جائے۔

۴۔ فریب دہی :- مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو گفتگو یا معاملات میں فریب دیں۔ غلط بیانی سے کام لیں۔ دھوکا دیں یا اسے کسی غلط بات کے پیچھے ڈال دیں۔ ایک ایسے تعلق میں جہاں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اس قسم کی حرکت کر سکتا ہے کبھی بھی ایک شخص دوسرے کی بات کا اعتبار نہیں کر سکتا اور جہاں ایک آدمی کے لئے دوسرے کی بات بھی قابل اعتبار نہ ہو۔ وہاں لطف و محبت اور اعتماد کسی طرح بھی موجود نہیں ہو سکتا۔ احادیث میں اس چیز کو بد ترین خیانت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا :-

قال کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا ھولک مصدق وانت بہ کاذب - ترمذی عن سفیان بن اسد مشکوٰۃ ص ۴۱۳

سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے وہ تم کو سچا سمجھ رہا ہو۔ حالانکہ تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔

۵۔ حسد :- حسد وہ ذلیل بیماری ہے جو اگر انسان کے دل میں راہ پالے تو پھر نہ صرف یہ کہ وہ قلبی تعلق کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے بلکہ آدمی کا اپنا ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ حسد کی تعریف یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت مثلاً مال و دولت یا علم و فضل یا حسن و جمال کو پسند نہ کرے اور یہ خواہش کرے کہ اس سے یہ نعمتیں چھین لی جائیں۔ حسد میں اپنے لئے نعمت کی خواہش پر دوسرے سے چھن جانے کی خواہش غالب رہتی ہے۔

حسد کا سبب کبھی تو بغض و عناد ہوتا ہے۔ کبھی ذاتی فخر اور دوسرے کی کمتری کا احساس، کبھی دوسروں کو مطیع بنانے کا جذبہ اور کبھی کسی مشترکہ مقصد میں اپنی ناکامیابی اور دوسروں کی کامیابی، کبھی صرف جاہ طلبی اس کا سبب بنتی ہے۔ حسد کے بارہ میں نبی کریم نے اس طرح تنبیہ کی ہے :-

ایاکم والحسد۔ فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب - (ابوداؤد)

تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

اور یہ وہ چیز ہے جس سے قرآن نے ہر مسلمان کو پناہ مانگنے کی ہدایت کی ہے ومن شر حاسد اذا حسد۔

ایک بڑی اہم ہدایت میں جس میں آپ نے ان چیزوں کو بتایا ہے جس کا ترک کرنا بھائی بھائی بننے کے لئے ضروری ہے اور جس کا ایک ٹکڑا بدظنی کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔ (ایاکم والظن ......) آپ نے مزید جو فرمایا وہ یہ تھا کہ۔

ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا تنافسوا وكونوا عباد الله اخوانا۔

عن ابی ہریرہ بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص۴۲۷

کسی کے عیب کی ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کا تجسس نہ کرو۔ کسی کے تجارتی معاملہ کو نہ بگاڑو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ آپس میں ایک دوسرے سے بے تعلق نہ رہو آپس میں حرص نہ کرو اور خدا کے بندے اور بھائی بن کر رہو۔

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں یہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگ ان منہیات کو چھوڑ دو گے تو بھائی بھائی ہو جاؤ گے۔ اگر نہ چھوڑ دو گے تو دشمن ہو جاؤ گے۔ پھر آپ نے اس حسد و بغض کے بارہ میں یہ بھی فرمایا کہ۔

دبّ اليكم داء الامم قبلكم: الحسد والبغضاء هى الحالقة لا اقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين

(احمد و ترمذی، مشکوٰۃ ص۴۲۸)

پہلی امتوں کی بیماریاں تمہارے اندر سرایت کر گئی ہیں اور یہ بیماریاں حسد اور بغض ہیں جو مونڈ دینے والی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہیں بلکہ دین کا صفایا دیتی ہیں

ان چیزوں سے روکنے کے ساتھ ساتھ جو تعلقات میں خرابی و فساد کا سبب بنتی ہیں اللہ اور اس کے رسول نے ہم کو وہ چیزیں بھی متعین کر کے بتا دی ہیں جن کا اختیار کرنا تعلقات کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ الفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور جن کے نتیجہ میں ایک دل دوسرے دل سے اس طرح قریب آتا چلا آتا ہے جیسے ایک ہاتھ کی دو انگلیاں۔ ان میں کچھ چیزیں ہیں جن کو ضروری قرار دیا گیا ہے یا یوں کہئے کہ وہ بطور حقوق پیش کی گئی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ اور وہ فضائل کے درجہ میں آتی ہیں۔ مزید سیرت کی جن بنیادی صفات کی بنیاد پر قرآن اور حدیث سے ہم کو کوئی ہدایات ملتی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی روح تو ان ہی صفات کی ہے۔ ان کو علیحدہ سے

سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ لطف و محبت کی فضا کو پروان چڑھانے کے لئے ان میں سے ہر چیز اہم ہے۔

۱۔ **عزت و آبرو کا تحفظ** ۔ ایک انسان کے نزدیک سب سے قیمتی چیز اس کی عزت و آبرو ہوتی ہے۔ اور اس عزت کو برباد کیا جائے، یہ وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک طرف جہاں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کسی طریقے سے بھی اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرنے کا باعث نہ ہوں۔ وہاں اس بات کی خاص تاکید کی گئی ہے اور اسے ایک حق بتایا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کی عزت کا تحفظ کرے۔ کہیں اسے بُرا بھلا کہا جا رہا ہو کہیں اس پر تہمت دھری جا رہی ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس کا اسی طرح مقابلہ کرے جس طرح وہ اپنی عزت پر حملہ کا مقابلہ کرتا اور اس پر اسے اتنی ہی دلی تکلیف ہو جتنی اپنی عزت خراب ہونے پر ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کی عزت اس کے مسلمان بھائی کے ہاتھوں محفوظ ہے تو اس کو اپنے بھائی سے ایک قلبی لگاؤ پیدا ہوگا۔ لیکن اگر اس بات پر بھی یقین ہو کہ وہ اس کے سامنے اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کی عزت کا اسی طرح محافظ ہے جس طرح وہ خود ہو سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے دل میں کتنی گہری جگہ پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے نبی کریمؐ نے بےشمار احادیث میں اس امر کی ہدایت کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ۔

ما من امرء مسلم یخذل امرأ مسلماً فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ و ینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ اللہ تعالیٰ فی موطن یحب فیہ نصرتہ۔ وما من امرئ مسلم ینصر مسلماً فی موضع ینتقص من عرضہ و ینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ۔	جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد و اعانت سے ایسے موقع پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہوں اور اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو۔ تو اللہ بھی اس سے نازک مرحلہ پر اس کی نصرت ترک کر دیتا ہے جہاں وہ یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و حمایت کے لئے کھڑا ہو اور جو مسلمان کسی مسلمان کی اعانت کے لئے ایسے موقع پر کھڑا ہو جاتا ہے جہاں اس کی

ابی داؤد عن ابی جابر. مشکوٰۃ ص۴۲۴

آبرو ریزی کی جا رہی ہو، یا اس کی عزت خراب کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی نصرت و حمایت کرتا ہے، جہاں وہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی مدد کرتا

اللہ کی سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ وہ آگ سے بچائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

ما من مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقا علی الله ان یرد عنه نار جهنم ثم تلا هذا الآیة کان حقا علینا نصر المؤمنین" (شرح السنة عن ابی داؤد مشکوٰۃ ص۴۲۴)

جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبرو ریزی سے کسی کو روکے تو اللہ پر اس کا حق ہے کہ وہ جہنم کی آگ کو اس سے روک دے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "کہ مسلمانوں کی مدد ہمارے اوپر ایک حق ہے۔"

آبرو ریزی کی ایک بہت عام شکل غیبت ہے جس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ:۔

من اغتیب عنده اخوه المسلم وهو یقدر علی نصره فنصره نصره الله فی الدنیا والآخرة فان لم ینصره وهو یقدر علی نصره اخذه الله به فی الدنیا والآخرة۔ (شرح السنة عن انس مشکوٰۃ ص۴۲۴)

جس شخص کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو اور پھر اس کی مدد کرے تو اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کریگا۔ اور اگر مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ دنیا اور آخرت میں اسے پکڑیگا۔

اپنے بھائی کو دوسروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ:۔

من حمی مومناً من منافق بعث الله ملکاً یحمی لحمه یوم القیامة من نار جهنم۔ (ابوداؤد عن ملک بن انس مشکوٰۃ ص۴۲۴)

جس نے کسی مومن کو منافق کے شر سے بچایا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیگا جو اس کے گوشت کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے محفوظ رکھیگا

۳۔ ایک مسلمان پر اپنے بھائی کی مدد کے سلسلے میں بے شمار حقوق عاید ہوتے ہیں۔ مثلاً مالی مدد، مشکلات کو دور کرنا۔ مسائل کو حل کرنے کی کوشش اور دوسری سینکڑوں قسم کی دینی و دنیوی حاجتوں کا پورا کرنا یہ تمام

چیزیں قانون کے دائرہ سے باہر احسان کے دائرہ سے تعلق رکھتی ہیں جو اگرچہ ضروری ہیں اور جن کے بارہ میں آخرت میں جواب دہی ہوگی لیکن ان کے بارہ میں قانون سازی ممکن نہیں۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا پیٹ بھر سکتا ہے یا اس کے ننگے بدن کو ڈھانپ سکتا ہو یا اس کی مشکل و معصیت کو دور کرنے میں مدد کر سکتا ہے جس میں وہ گرفتار ہو یا اس کی حاجت روائی کر سکتا ہو یا وہ اس کی مالی و معاشی الجھن دور کر سکتا ہو تو یہ اس کے بھائی کا اس پر حق ہے کہ وہ ایسا کرے ورنہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں سے ایک ایک چیز کو اپنا حق بتاتے ہوئے جواب طلب کریگا کہ تم نے یہ حق کیوں نہ ادا کیا۔ زبانِ رسالت نے انتہائی موثر انداز میں یہ بتایا کہ خدا کہے گا کہ "اے بندہ میں بھوکا تھا تو نے مجھ کو کھانا کیوں نہ کھلایا اور یہ کہ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا کیوں نہ دیا۔ اور میں مریض تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی" اور بندہ کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ اللہ کے کسی بندے اور اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد یا حاجت روائی اتنی بڑی نیکی ہے کہ کم ہی نیکیاں اتنے بڑے درجہ کو پہنچ سکتی ہیں۔ اس کی اصل اسپرٹ یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا طریقہ ہو جس سے ایک مسلمان اپنے بھائی کو آرام پہنچا سکتا ہو یا اس کے دل کو خوش کر سکتا ہو تو اس میں دریغ نہ کرے۔

جب تک ایک آدمی اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے تو وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ——

واللہ فی عون عبدہ ما کان العبد فی عون اخیہ۔ (مسلم ترمذی عن ابی ہریرہ۔ جواہر رسالت)	اللہ اپنے بندہ کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

اسی حدیث میں کچھ پہلے نبی کریم اعانت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ہر ایک کا اجر اس طرح سناتے ہیں:۔

من نفس عن مومن کربة من کرب الدنیا، نفس اللہ عنه کربة من کرب یوم القیامة ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیه فی الدنیا والاخرة ومن	جس نے کسی مومن کی کوئی مشکل دنیوی مشکلات میں سے دور کر دی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مشکلات میں سے اسکی ایک مشکل دور کر دیگا۔ جس نے کسی تنگ آدمی کو

ستر مسلما ستره الله فی الدنیا والاخرة (مسلم عن ابی ہریرہ، جواہر رسالت ص۲۳۳) — سہولت بخشی اللہ اس کو دنیا و آخرت میں سہولت بخشے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی پردہ پوشی کریگا۔

اس سلسلہ میں سے کچھ باتیں آپ نے ایک دوسری حدیث میں اس طرح بیان کیں۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة (بخاری و مسلم عن ابن عمر مشکوٰۃ ص۴۲۲) — مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو وہ اس پر ظلم کرے نہ اپنی اعانت سے دستکشی کرکے اس کو ہلاکت کے حوالے کردے جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا۔ اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کا غم یا مصیبت دُور کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی روز قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دُور کر دے گا۔

اعانت اور حسن سلوک کا ایک بہت بڑا حصہ مال میں عائد ہوتا ہے۔ ہر محروم آدمی اس کا مستحق ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے حصہ دیا ہے وہ اس کی مدد کرے۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔

آنحضرت نے اس کو انتہائی بلیغانہ انداز میں یوں پیش فرمایا ہے کہ

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله۔ (بیہقی عن عبداللہ۔ مشکوٰۃ ص۴۲۵) — مخلوق خدا کا کنبہ ہیں۔ پس خدا کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبہ سے حسن سلوک کرے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی قرآن نے انتہائی تاکید کی ہے۔ ابتدائی کی سورتیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ رسول اللہ نے مدینے آکر مسلمانوں کو سب سے پہلے خطبے میں جن چار امور کی ہدایت کی اور یہ کہا کہ اس کے بعد تم جنت میں داخل ہو سکتے ہو ان میں سے ایک یہ تھی۔

واطعموا الطعام — 'اور کھانا کھلاؤ'

لیس المومن بالذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ (بیہقی - عن ابن عباس، مشکوٰۃ ۴۲۴) نیز یہ فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

ایک شخص نے آپ سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ۔

قال امسح راس الیتیم واطعم المسکین۔ (روایت احمد عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ ۴۲۵) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلا

فریادی کی دادرسی بھی اسی اعانت کا ایک شعبہ ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

من اغاث ملھوفا کتب اللہ ثلثا وسبعین مغفرۃ واحدۃ بنہا صلاح امرہ کلہ واثنتان وسبعون لہ درجات یوم القیامۃ۔ (بیہقی عن انس۔ مشکوٰۃ - ۴۲۵) جس نے کسی فریادی کی دادرسی کی تو اللہ اس کے لئے ۷۳ بخشش لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے ایک بخشش اس کے تمام کاموں کی اصلاح کی ضامن ہے اور ۷۲ بخشش قیامت کے دن اس کے درجات بلند کرنے کا سبب بنیں گی۔

کسی حاجتمند کی سفارش کر دینا یا اس کی شفاعت کرنا بھی اعانت کی ایک صورت ہے۔ جو اگر اس کی بھلائی کے لئے ہو تو خدا نے قرآن میں اس کی تعریف کی ہے

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا۔ (نساء) جو نیک بات کی سفارش کریگا اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا۔

رسول اللہ خود اپنے اصحاب کو جب کوئی سائل یا حاجتمند آتا تو نصیحت کرتے۔

قال اشفعوا فلتؤجروا کہ اس کی سفارش کرو اور ثواب میں حصہ لو۔

اعانت کے مختلف مراحل اور صورتوں کو آپ نے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری سے گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا۔ انھوں نے پوچھا "ایمان کے ساتھ کوئی عمل بتلایئے۔" فرمایا "جو روزی خدا نے دی اس سے دوسروں کو دے۔"

عرض کیا "اے خدا کے رسول! اگر وہ خود مفلس ہو" فرمایا "اپنی زبان سے نیک کام

کرے" عرض کی۔ "اگر اس کی زبان معذور ہو"؟ فرمایا۔ "مغلوب کی مدد کرے"۔ عرض کی" اگر وہ ضعیف ہو' مدد کی قوت نہ ہو" فرمایا "جس کو کوئی کام نہ کرنا آتا ہو اس کا کام کر دے"۔ عرض کی: "اگر وہ خود ہی ایسا ناکارہ ہو" فرمایا "اپنی ایذا رسانی سے لوگوں کو بچائے رکھے۔"

سیرت النبی (۶)، ص ۲۸۸

اور پھر وہ حدیث بھی دہرا لینے کی ضرورت ہے۔

"جو شخص میری امت میں سے کسی کی دینی و دنیوی حاجت پوری کرے اور اس سے اس کا مقصد صرف اس کو خوش کرنا ہو تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیگا"۔

اس سلسلہ میں ایک بڑی اچھی روایت اصبہانی کی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے جواب دیا۔

احب الناس الى الله انفعهم للناس واحب الاعمال الى الله عز وجل سرور تدخله على مسلم او تكشف عنه كربة او تقضي عنه دينا او تطرد عنه جوعا ولان امشي مع اخ في حاجة احب الي من ان اعتكف في هذا المسجد شهرا ومن كظم غيظه ولو شاء ان يمضيه امضاه ملأ الله قلبه يوم القيامة رضا ومن مشى مع اخيه في حاجة حتى يقضيها له ثبت الله قدميه يوم تزول الاقدام ـ

لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے۔ کہ تو کسی مسلمان کو خوش کر دے اس طرح کہ اس کی مصیبت و مشکل دور کرے یا اس پر سے بھوک کو ہٹا دے اور یہ امر کہ میں کسی بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پورا کرنے کی خاطر چلوں مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس مسجد (نبوی) میں ایک مہینہ اعتکاف کروں اور جس نے اپنے غصہ کو پی لیا۔ اگرچہ وہ چاہتا تو اس کو پورا کر

لیتا تو اس کے دل کو اللہ قیامت کے روز اپنی رضا سے بھر دیگا اور جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر چلا یہاں تک کہ وہ پوری کر دی تو اللہ اس کے قدموں کو اس دن ثبات بخشے گا جب قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے (یعنی قیامت کے دن)

۳ - **دکھ درد میں شرکت** :- اپنے بھائی کی اعانت اور حاجت روائی اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ایک کا دکھ درد دوسرے کا دکھ درد ہو۔ ایک شخص اگر دوسرے کی تکلیف محسوس کرے تو دوسرا بھی اس کو اتنی ہی شدت سے محسوس کرے اور جس طرح جسم کا ایک عضو دوسرے تمام اعضاء کی تکلیف میں شریک رہتا ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی تکالیف میں شریک ہے۔

رسول اللہ نے کئی مثالوں سے اس امر کو واضح کیا۔ مثلاً ایک دفعہ آپ نے یہ فرمایا کہ۔

ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم و تعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضواً تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى

تم مومنوں کو باہم رحمدلی، باہم الفت و یگانگت اور باہم تکلیف کے احساس میں ایسا پاؤ گے جیسے ایک جسم۔ اگر ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اس کے ساتھ بخار اور شب بیداری کے ذریعہ شرکت کرتا ہے

(بخاری و مسلم عن نعمان بن بشیر مشکوٰۃ ص ۴۲۲)

اسی طرح ایک روایت میں آپ نے اس کی مزید تشریح یوں کی کہ ایک مومن معاشرہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے جسم میں سر۔ جس طرح فقط سر کی وجہ سے تمام جسم تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن تمام مومنوں کی تکلیف سے خود تکلیف و الم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثبت طور پر آپ نے اس کی مثال اس طرح پیش کی۔

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً ثم شبك بين اصابعه

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہونا چاہیئے اور ایک دوسرے کے لئے اس طرح

مضبوطی اور قوت کا باعث ہونا چاہیئے، جیسے مکان کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کے لئے اس کے بعد آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔

(بخاری و مسلم عن ابی موسیٰ مشکوٰۃ ۴۲۲)

۴۔ احتساب و نصیحت :- ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کے اعمال و افعال پر نگاہ رکھے اور جہاں اسے سیدھی راہ سے ہٹتے دیکھے وہاں اس کو نصیحت کر کے سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ اگرچہ اس حق کی ادائگی ایک ایسی چیز ہے جو اکثر و بیشتر ناگوار گزرتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک فرد کے دل میں اس بات کا پورا احساس ہو کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور تعلق کی اساس یہ ہے کہ دو بھائی ایک دوسرے کو یہ کامیابی حاصل کرنے میں مدد دیں کیونکہ دنیا میں احتساب آخرت کے احتساب سے بہتر ہے تو وہ اپنے دل میں یقیناً اپنے بھائی کا شکر گزار ہوگا کہ اس نے دنیا میں ہی اس کی اصلاح کا موقع دیا۔ اور پھر اگر تنقید و احتساب کرنے والا ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھے جو ضروری ہیں۔ اور خاص طور پر اگر یہ کام دل سوزی محبت اور خلوص سے ہو تو یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ شکر گزاری آگے بڑھ کر محبت میں اضافہ اور الفت و لگاؤ میں زیادتی کا باعث ہوگی۔ اس لئے کہ پھر تنقید کرنے والے کے بارہ میں ایک محسن کا تصور پیدا ہوگا۔ تنقید کی ساری شرائط کو نبی کریم نے اپنی اس حدیث میں ایک مثال سے واضح کر دیا ہے، جس میں آپ نے اس کی نصیحت کی ہے۔

آپ نے فرمایا ہے :-

ان احدکم مرآۃ اخیہ فان رای بہ اذیً فلیمط عنہ۔

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کردے۔

(ترمذی عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ ۴۲۲)

اور ابی داؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ :-

المومن مرآۃ المومن والمومن اخوالمومن یکف عنہ ضیعتہ ویحوطہ من ورائہ (ابی داؤد۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۴) | ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے کا بھائی ہے اور اس کے حق کو اس کی عدم موجودگی میں بھی محفوظ رکھتا ہے

اس مثال کی روشنی میں احتساب و نصیحت کے مندرجہ ذیل اصول وضع کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ برائیوں کا تجسس نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ آئینہ کبھی تجسس نہیں کرتا وہ اس وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اس کے سامنے جا کھڑے ہوں۔

۲۔ پیٹھ پیچھے تنقید نہ ہو اس لئے کہ آئینہ کسی کی شکل اس وقت تک ظاہر نہیں کرتا جب تک وہ روبرو نہ ہو۔

۳۔ تنقید میں کوئی اضافہ نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ آئینہ بلا کم و کاست اور بلا مبالغہ نقوش واضح کر دیتا ہے۔

۴۔ تنقید بے لاگ ہونی چاہیئے اور کسی بدنیتی اور غرض سے پاک، اس لئے کہ آئینہ جس کی نقش کشی کرتا ہے، اس سے کوئی کینہ نہیں رکھتا۔

۵۔ بات کہہ دینے کے بعد اُسے پالنا نہیں چاہیئے۔ اس لئے کہ سامنے سے ہٹ جانے کے بعد آئینہ شکل کو محفوظ نہیں رکھتا۔ یا دوسرے الفاظ میں پردہ دری نہ ہونا چاہیئے

۶۔ اور پھر سب سے اہم بات یہ کہ اس میں انتہائی سوز، دکھ، درد، خلوص اور محبت کارفرما ہو۔ جس کا احساس ہی اس ناگواری کے ہلکے سے احساس کو فنا کر دے جو ہر شخص میں فطری طور پر اپنے اوپر تنقید سن کر ابھرنے لگتا ہے۔ اسی لئے "مرآۃ المسلم" کے ساتھ "اخو المسلم" بھی کہا گیا۔ یہ دلسوزی اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ایک طرف یہ احساس ہو کہ میرے بھائی کی یہ خرابی اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے اور دوسری طرف اپنے کو اپنے بھائی سے بڑا نہ سمجھے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس سے کمزور تر اور اس سے

زیادہ خطاکار اور گنہگار سمجھے۔

۵۔ ملاقات :۔ محبت کے بالکل اولین اور بنیادی تقاضوں میں سے یہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ ملے، اس کی صحبت اختیار کرے، اس سے گفتگو کرے اور اس کے پاس بیٹھے۔ انسانی نفسیات کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ محبت کا بنیادی تقاضا ہے۔ بلکہ محبت کو بڑھانے کے لئے اور دلوں کو آپس میں زیادہ سے زیادہ جوڑنے کے لئے یہ موثر ترین چیزوں میں سے ایک ہے۔ محبت تقاضا کرتی ہے کہ آدمی ہر ممکن موقع پا کر اپنے بھائی سے مل لے اور ہر ملاقات محبت میں مزید اضافہ کا سبب بنتی ہے اور اس طرح یہ ایک لا متناہی سلسلہ بن جاتا ہے۔ ملاقات میں اگر شریعت کے ان اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے جن پر ہم پہلے گفتگو کر آئے ہیں اور جن کو ہم بھیریوں کہہ سکتے ہیں کہ آدمی اپنے بھائی کی دلآزاری اور ایذارسانی کو کسی طرح نہ برداشت کرے اور اگر ان چیزوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے جو بعد میں آنے والی ہیں تو ممکن نہیں کہ دو مسلمانوں کی ملاقات تعلق میں اضافہ کا سبب نہ بنے اور وہ دو بھائیوں کے دلوں کو قریب نہ لے آئے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلعم نے باہمی محبت کے باب میں اس کو خاص اہمیت دی ہے اس کی ہدایت کی ہے اور اس کے بے شمار فضائل بتائے ہیں

ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ :۔

صالح ہمنشین تنہائی سے بہتر ہے۔ (بیہقی عن ابی ذر۔ مشکوٰۃ)

ایک دفعہ آپ نے حضرت ابوذر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

هل شعرت ان الرجل اذا خرج من بيته زائرا اخيه شيعه سبعون الف ملك كلهم يصلون عليه يقولون ربنا انه وصل فيك فصله فان استطعت ان تعمل جسدك في ذالك فافعل۔

تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو دیکھنے اور ملاقات کی غرض سے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے رب یہ صرف تیرے لئے جڑا تو اسے جوڑ دے

(بیہقی عن ابی رزین۔ مشکوٰۃ ۴۲۷)

اگر تم سے ممکن ہو کہ تو اپنے جسم سے یہ (ملاقات کا) کام لے گا تو ضرور ایسا کر۔

ایک حدیث میں رسولؐ اللہ نے بڑے اچھے پیرایہ میں اس ملاقات پر روشنی ڈالی فرمایا کہ :-

قال ان رجلا زار اخا له فی قریة اخری فارصد الله له علی مدرجته ملکا۔ قال این ترید قال انا ارید اخا لی فی هذه القریه۔ قال هل لک علیه من نعمة تربها۔ قال لا غیر انی احببته فی الله قال فانی رسول الله الیک بان الله قد احبک کما احببته فیه۔

(مسلم عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ ۴۲۵)

ایک شخص اپنے بھائی سے جو کسی دوسرے گاؤں میں تھا ملاقات کو چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ کو بٹھا دیا۔ فرشتہ نے اس سے پوچھا، "کہاں کا ارادہ ہے" اس نے جواب دیا "اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملاقات کو جاتا ہوں"۔ فرشتہ نے کہا "کیا تیرا اس پر کوئی حق نعمت ہے جو وصول کرنے جاتا ہے"۔ اس نے کہا "نہیں سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔" فرشتہ نے کہا "مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے اور (یہ بشارت دی ہے کہ) وہ تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔"

ایک صاحب نے حضرت معاذ بن جبل پر اپنی محبت کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ سے اللہ محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے ان کو رسول اللہ کی بشارت سنائی کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو گی جو میرے لئے باہم ساتھ بیٹھتے ہیں، میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔

اور اللہ کے لئے باہمی محبت و ملاقات کا جو اجر آخرت میں ہے اس کی خبر نبی کریمؐ نے

یوں دی ہے :-

ان فی الجنۃ لعمد اً من یاقوت علیہا غرف من زبرجد لہا أبواب منۃ تضئ کما یضئ الکوکب الدری۔ فقالوا یا رسول اللّٰہ من یسکنہا۔ قال المتحابون فی اللّٰہ و المتجالسون فی اللّٰہ والمتلاقون فی اللّٰہ۔

جنت میں یاقوت کے ستون ہیں اور ان پر زبرجد کے بالا خانے اور ان کے دروازے ایسے چمکدار ہیں جیسے تارے چمکتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ان میں کون رہے گا۔ آپ نے فرمایا وہ جو اللہ کے لئے باہم محبت رکھتے ہیں۔ سا تھ مل کر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں۔

باہمی ملاقات اور محبت کی اتنی تاکید اور اس کے لئے اتنے بڑے اجر کی بشارت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ محبت کا ایک لازمی تقاضا ہے یا یہ کہ اس سے محبت میں زیادتی واضافہ ہوتا ہے۔ بلکہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو صحیح راہ پر قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے مخلص دوست اس کو سہارا دیتے رہیں اور یہ چیز ملاقاتوں اور گفتگوؤں سے ہی ممکن ہے۔ پھر یہ بھی کہ انسان ملتا تو لازماً رہتا ہی ہے اگر اس کی ملاقاتیں اس پورے اجر و ثواب کی تمنا سے اپنے ان بھائیوں سے ہوں گی جو اس کے ہم مقصد ہیں اور اگر ان ملاقاتوں میں اللہ کو یاد رکھا جائے گا تو یہ ملاقاتیں ہی اس کی سیرت کی تعمیر اور کردار کے ارتقاء میں بڑا اہم اور نمایاں حصہ ادا کریں گی۔

ان احادیث اور ان دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ایک مومن کو اپنے دوسرے مومن بھائی سے زیادہ سے زیادہ ملاقات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ الا یہ کہ طبعی مجبوری ہو اس سے نہ صرف یہ کہ تعلق پروان چڑھے گا، بلکہ وہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت اور اللہ کی محبت کا حقدار ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہ ملاقات کے وقت ان احادیث و ہدایات کو سامنے رکھنا چاہیئے، تاکہ اس ملاقات کے "فی اللہ" ہونے کا شعور ذہن میں پس پشت نہ چلا جائے۔

۷۔ عیادت :- ملاقات کی ایک مخصوص صورت جس کو ایک مسلمان پر اس کے بھائی کا حق

قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ وہ اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو جائے۔ ایک بیمار انسان اپنی نفسیاتی و جسمانی کیفیت کی بنا پر دوسروں کی ہمدردی اور خدمت کا محتاج ہوتا ہے اور اس موقع پر اس کا کوئی بھائی یہ چیزیں اس کو فراہم کر دے تو یہ ہمدردی اور خدمت ایک ایسا گہرا اثر دل پر چھوڑتی ہے جو تعلقات کے استحکام میں بہت مفید ہوتا ہے۔

عام طور پر عیادت کے معنی صرف اتنے سمجھے جاتے ہیں کہ بیمار کی مزاج پرسی کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مزاج پرسی اس کی کم سے کم نوعیت ہے۔ ورنہ غمخواری، تیمارداری اور خدمت گزاری بھی اس کے تحت آتے ہیں۔ پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عیادت سے مراد صرف مزاج پرسی ہے تو سوچنا چاہیئے کہ جب مزاج پرسی کی اتنی تاکید اور اتنا اجر ہے تو غمخواری، تسلی و تشفی اور تیمارداری کا کیا درجہ ہوگا۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے اوپر حقوق کی جو مشہور احادیث ہیں اور جن میں پانچ یا چھ باتیں امور بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں سے ہر ایک میں عیادت کی بطور ایک حق کے تاکید کی گئی ہے۔

واذا مرض فعدہ   جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کر

اللہ کے رسول نے انتہائی مؤثر پیرایہ میں بندوں کے حقوق کی تلقین کرتے ہوئے ایک دفعہ اس امر کی وضاحت کی کہ یہ حقوق اصل میں اللہ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن خود مدعی بن کر ان کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔ چنانچہ عیادت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ اے آدم کے بیٹے میں بیمار پڑا تو نے میری عیادت نہ کی؟" وہ کہے گا اے میرے رب تو سارے جہان کا رب تھا میں تیری عیادت کیوں کر کرتا۔ فرمائے گا۔ کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ ایک بیمار کی عیادت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ترغیب ہو سکتی ہے کہ بندہ اس ذریعہ سے اپنے آقا کو پائے گا۔

اس عیادت کے ثواب کے بارہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا :۔

ان المسلم اذا عاد اخاه المسلم لم یزل فی الجنۃ حتی یرجع۔ (احمد و ترمذی عن ابی امامہ ص۴۰۲)	جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو واپسی تک جنت کے میوے چنتے رہتا ہے۔
ما من مسلم یعود مسلما غدوۃ الا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یمسی وان عادہ عشیۃ الا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ (ترمذی و ابوداؤد عن علی مشکوٰۃ ص۱۳۵)	اور مزید یہ کہ جب مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت صبح کو کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں یہانتک کہ شام ہو جائے۔ اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں یہانتک کہ صبح ہو جائے اس کے لئے جنت میں میووں کے باغات ہیں۔
من عاد مریضاً لم یزل یخوض الرحمۃ حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیہا۔ (مالک و احمد عن جابر۔ مشکوٰۃ ص۱۳۸) آپ نے فرمایا"	اور پھر یہ بھی کہ جو شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے۔ وہ رحمت کے دریا میں داخل ہو جاتا ہے اور جب مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت میں غرق ہو جاتا ہے۔
تمام عیادۃ المریض ان یضع احدکم یدہ علی جبھتہ او علی یدہ فیسألہ کیف ھو (احمد و ترمذی عن ابی امامہ ص۴۰۲)	مریض کی عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ عیادت کرنے والا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ یا پیشانی پر رکھدے اور اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے؟

عیادت کے کچھ آداب ہیں اس میں سے سب سے اہم چیز مریض کی تسلی و تشفی اور دل دہی ہے رسول اللہ نے اس کا حکم یوں دیا کہ:۔

اذا دخلتم علی مریض فنفسوا لہ فی اجلہ فان ذالک لا یرد شیئا ویطیب بنفسہ (ترمذی و ابن ماجہ عن ابی سعید مشکوٰۃ ص۱۳۶)	جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کو تسکین دو اور تسلی دو۔ یہ اگرچہ حکم الٰہی کو تو نہیں روک سکتی۔ لیکن مریض کے دل کو خوش کر دیتی ہے۔

رسول اللہ خود جب کسی کی عیادت کو جاتے تو مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے، تسلی دیتے اور فرماتے "لاباس طہور انشاء اللہ" اور پھر اس سے پوچھتے کہ کسی خاص چیز کو اس کا دل چاہتا ہے۔ صحابہ سے آپ یہی فرماتے کہ جب کوئی کسی کی عیادت کے لئے جائے تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اس کو تسلی ولاسا دے اور اس کے شفا پانے کے لئے خود اسے دعا دے۔

ابی داؤد سیرت النبی (۶) صہ ۳۰۹

پھر اس سے بھی منع فرمایا کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھا جائے یا شور و غل کیا جائے۔

۷۔ اظہار جذبات :- دل میں اگر محبت کے جذبات ہوں تو وہ خود بخود اپنے اظہار کے متقاضی ہوتے ہیں۔ جذبات کے اظہار سے ہمیشہ دو فائدے ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جو شخص اپنے جذبات کو پھوٹ نکلنے کا موقع دیتا ہے اس کے جذبات میں ہمیشہ تازگی رہتی ہے، حرارت رہتی ہے۔ اور ان میں ارتقا رہوتا رہتا ہے اور اگر جذبات کو سینہ میں مدفون کر کے رکھ دیا جائے تو گھٹ گھٹ کر ان پر مُردنی چھانے لگتی ہے۔ ارتقا رک جاتا ہے شگفتگی اور تازگی سے محروم ہو جاتے ہیں اور اس طرح آہستہ آہستہ وہ تنزل کی طرف جانے لگتے ہیں۔ جذبات کے اظہار کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ باہمی تعلقات کو زیادہ مستحکم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ جب ایک شخص اس کیفیت سے آگاہ ہوگا جو اس کے لئے اس کے بھائی کے دل پر طاری ہے اور جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھائی اپنے سینہ میں اس کے لئے کتنے پیار و محبت اور اخوت کے جذبات رکھتا ہے تو لامحالہ اس کے دل پر گہرا تاثر پیدا ہوگا۔ اپنے بھائی کے جذبات الفت و محبت کی قدر پیدا ہوگی اور خود اس کے دل کا اظہار نہ ہو تو۔ پھر دو بھائی باوجود اچھے جذبات رکھنے کے کبھی بھی الفت و محبت کے زیادہ مستحکم تعلقات نہ قائم رکھ سکیں گے۔

پھر اگر ایک مسلمان سے اس کا بھائی محبت رکھتا ہے تو اس کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کے دلی جذبات سے آگاہ ہو۔ اس لئے بھی کہ وہ ان جذبات کے جواب میں اپنے سینہ میں برابر کے جذبات پروان چڑھا سکے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ لاعلمی میں ایسا طرز عمل نہ اختیار کر جائے جو اس

جذبۂ محبت کے تقاضوں سے متصادم ہو یا ان کے مطابق نہ ہو۔ جو اس کے بھائی کے سینہ میں اس کے لئے موجود ہے۔

اس لئے دو مسلمان بھائیوں کی باہمی محبت کو پروان چڑھانے کے لئے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط بات نہ ہوگی کہ اکثر حالات میں فساد سے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ محبت کو مخفی نہ رکھا جائے اور اپنے جذبات کو کھل کر ظاہر ہونے دیا جائے۔ فساد اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور وہ اپنی محبت کو مختلف طریقوں سے ظاہر کرتا ہے، لیکن اس کا بھائی باوجود اپنے دل میں محبت رکھنے کے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بنا ہے اور مہر لب ہے تو لازماً وہ اس طرح اپنے اس بھائی کے دل میں بدگمانی، بد دلی اور دوری پیدا کرنے کا باعث ہوگا جو اسے اپنی محبت کی خبر دے دیتا ہے۔

دل میں پوشیدہ محبت، الفت اور پیار کے جذبات جب پھوٹ کر باہر نکلتے ہیں تو وہ بے شمار راہیں اختیار کرتے ہیں۔ انسان کی ایک ایک حرکت و سکنت اس کے بھائی پر اس کے جذبات کا اظہار کرتی ہے۔ یہ اظہار عمل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ حسن سلوک، حاجت روائی دل سوزی کے ساتھ احتساب اور اصلاح کی کوشش، دعوت طعام، خندہ پیشانی، مسکراہٹ، معانقہ، دکھ درد میں شرکت اور اپنے ذاتی معاملات میں اعتماد کچھ ایسی چیزیں ہیں جو عمل سے ان جذبات کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ پر ہم گفتگو کر چکے ہیں اور کچھ پر آگے چل کر کریں گے۔ حرکات و سکنات اور عمل کے ساتھ ساتھ جو دوسری بڑی مؤثر قوت ہے وہ زبان ہے۔ زبان سے نکلی ہوئی ایک دل آزار بات جس طرح تیر کی طرح دل پر اثر کرتی ہے اور اس کے زخم کا اندمال مشکل ہوتا ہے، اسی طرح زبان سے نکلی ہوئی اچھی بات دل پر ایسا اچھا گہرا اثر چھوڑتی ہے کہ دوسرے انسان کے لئے اس کا اندازہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے زبان کے بارے میں ہم نے دیکھا ہے، کہ اللہ کے رسول نے سب سے زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ جہاں یہ ایک طرف تعلقات کو فساد و اختلال کی انتہائی پستیوں تک پہنچانے کا سبب بن سکتی ہے، اگر ایک

انسان اس سے صحیح قسم کا کام لے تو یہ باہمی تعلقات کو لطف و محبت کی بلند ترین منازل تک پہنچا سکتی ہے۔ اس کا اندازہ بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اکثر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے چند مجموعے جو دوسرے انسان تک محبت و الفت کے جذبات منتقل کر رہے ہوں انسانی دل کو کتنا خوش کر دیتے ہیں بعض دفعہ بڑے سے بڑا حسن سلوک بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا اور کتنے لوگ ہیں جو ایک اچھی بات، ہمت آمیز جملہ ایک دل کو خوش کر دینے والی بات بول دینے میں بخل کر جاتے ہیں۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ وہ اپنے بھائی کے دل کو بے انتہا خوش کرنے کی سعادت سے محروم ہو جاتے ہیں، جس کے بارے میں یہ ہے کہ "جس نے مسلمان بھائی کے دل کو خوش کیا اس نے اللہ کے رسول کو خوش کیا اور جس نے اللہ کے رسول کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کر دیا تو اللہ اُسے جنت میں داخل کر دیگا۔" بلکہ اس کے برعکس بعض دفعہ محبت آمیز بات نہ کہہ کر اس کے دل کو تکلیف پہنچا دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی جملہ کو لا پروائی اور بے نیازی سے بول دیتے ہیں۔ اس کے بارہ میں آیا ہے کہ "جس نے کسی مسلمان کو ستایا اس نے اللہ کو ستایا۔

زبان سے جذبات کے اظہار کے طریقوں میں اپنی محبت کا اظہار، سلام دعا، نرم اور محبت آمیز جملے غمگساری وغیرہ مختلف چیزیں آتی ہیں۔ زبان کی اس اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے آپؐ نے اپنے صحابہ کے سامنے اس حشر کا نقشہ پیش کیا جب آدمی کے اردگرد آگ ہی آگ ہوگی اور یا پھر اس کے اعمال ہوں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ براہِ راست احتساب کرے گا۔ اور پھر ہدایت کی کہ اس آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر کیوں نہ ہو اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم بھلی بات ہی کہو۔"

اور پھر سارے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اور سارے پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے اس سلسلہ میں کیا ہدایات دی ہیں اور کیوں دی ہیں۔ اظہارِ محبت کے سلسلہ میں آپ نے یہ فرمایا۔ کہ

اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ یحبہ جب کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو چاہیے

(ابوداؤد، ترمذی عن مقدام بن سعد ۴۲۶) کہ وہ اسے خبر کرے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔

اوراسی طرح ایک دفعہ آپ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ اس وقت آپ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ اس شخص کو اللہ کے لئے محبوب رکھتا ہوں

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلمتہ۔ قال لا قال۔ قم الیہ فاعلمہ۔ فقام الیہ فاعلمہ۔ فقال احبک الذی احببتنی لہٗ۔ (بیہقی۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ ۴۲۶)

نبی کریمؐ نے فرمایا کیا تو اس کے علم میں سے آیا اس نے عرض کیا "نہیں" فرمایا "جاؤ اور اس کے علم میں لے آؤ۔ کہ تم اس سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہو" پھر وہ کھڑا ہوگیا اور اس کو جاکر بتادیا۔ اس نے کہا تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی رضا کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت حسن بن علی کا بوسہ لیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو بوسہ دیتے دیکھ کر کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "جو رحمت سے خالی ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں کی جاتی۔

من لا یرحم لا یرحم (بخاری ومسلم۔ م۔ ص۴۲۱)

اور ایک دوسری حدیث میں اس قسم کے الفاظ ہیں کہ اگر اللہ نے تمہارے دل کو رحمت سے محروم کردیا تو میں کیا کروں۔ اظہار جذبات کا بہترین موقع ملاقات کے وقت ہوتا ہے خود ملاقات کی ضرورت اور اہمیت تو آپ کو معلوم ہے اسے دیکھیں کہ اظہار جذبات کے لئے ملاقات کو کیسا ہونا چاہیئے۔

۔ محبت اور خوش اخلاقی سے ملاقات کرنا :۔ تعلقات کو پروان چڑھانے میں حسن سلوک کے بعد اگر کوئی چیز سب سے زیادہ مؤثر ہے تو وہ ملاقات ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان ملاقاتوں میں ایک طرف تو بدکلامی طعن وطنز، تمسخر وغیرہ عیوب کے ذریعہ دلآزاری نہ ہو، اور

دوسری طرف اس طرح ملا جائے کہ اندازِ ملاقات سے محبت کے جذبات ٹپکتے ہوں، اس سلسلہ میں ہم کو بے شمار ہدایات احادیث سے ملتی ہیں -

ایک صورت یہ ہے کہ ملاقات میں درشتی و سختی یا بے نیازی و لاپروائی کے بجائے۔ جو دل کے لئے تکلیف دہ اور دلوں کو پھاڑنے والی ہوتی ہے، نرمی اور نرم خوئی ہو نرم آدمی کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا :-

اخبرکم بمن یحرم علی النار وبمن تحرم النار علیه علی کل هین لین قریب سهل (احمد و ترمذی - عن ابن مسعود - مشکوٰۃ ص۴۳۱)	میں تمہیں اس شخص کا پتہ دیتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور وہ آگ پر حرام ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو نرم مزاج نرم طبیعت اور نرم خو ہو۔

اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی خندہ پیشانی سے ملے اور دیکھ کر مسکرا دے۔ رسول اللہ نے ان دونوں چیزوں کی نصیحت کی ہے -

ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ -

لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجه طلیق (مسلم صفحہ ۳۹۹)	نیکیوں میں سے کسی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اتنی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔

اور ایک جگہ فرمایا کہ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے -

لاپروائی اور بے نیازی سے نہ ملے بلکہ توجہ سے ملے اور دوسرے پر اس کا اظہار کرے کہ یہ ملاقات اس کے دل کی خوشی کا باعث ہو رہی ہے -

نبی کریمؐ کے بارہ میں صحابہ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے ہوتے ۔ اسی طرح آپ کے بارے میں ایک واقعہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ مسجد میں ایک مجلس میں بیٹھے تھے، ایک آدمی آیا تو رسول اللہ نے اس کے لئے اپنے جسم کو حرکت دی - اس نے کہا کہ یا رسول اللہ جگہ میں کافی گنجائش ہے - نبی کریمؐ نے فرمایا -

ان للمسلم لحقاً اذا راٰه اخوه ان	مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے

نیز حرج لہ - (عن واللہ بن الخطاب، ترجمان السنہ ج۲ ص۲۷۰) دیکھے تو اس کے لئے حرکت کر جائے ۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ سے ملاقات کی، باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ باندھے بغیر صرف چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے ۔ خدا کی قسم میں نے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ کو اس حالت میں دیکھا۔ آپ نے جوش محبت سے زید کو گلے لگایا اور بوسہ دیا - اسی طرح جب حضرت جعفر طیّار حبشہ سے واپس آئے تو رسول اللہ نے اُن کو گلے لگا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا - حضرت عکرمہ بن ابی جہل جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا ۔ "ہجرت کرنے والے سوار کو مرحبا"